شرح صدر کی حقیقت اوراس کے ذرائع امام رازی کی تفسیر کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

Sharh Sadar (Opening of hearts) & its sources in light of Tafseer Imam Razi: A research based study

احسان اللہ[i] ڈاکٹر ضیاء اللہ الازہری[ii]

Abstract

Sharh Sadar means to provoke heart towards good deeds. For the achievement of such condition it is necessary to incline owneself more from the materialistic world to the spiritual facts. In today's modern world, every person is surrounded by many psychological problems and for its solution, the ordinary materialistic ways are practiced.The rate of usage of drugs, norcotics, alchohole and other tranqulisers is increasing upto an unsurpassing level.This is indeed a common concern of which every citizen should be conscious. In seek of satisfaction, some others involve themselves in music and means of entertaitment; but the pleaure does not come in the real sense. Islam provides the solution to this problem. It ordained the believers to practise the commandments of Islam and do not forget the Lord, Allah al mighty. In the other words remeberance of Allah is only way of satisfaction for human hearts.When the heart becomes habitual to the remeberence of Allah, it opens and resultantly every grief become bearable. This condition keeps a person away from disappointment and gives him the energy to tackle the challenges courageously.This article discusses the said topic in detail. For achieving of mental satisfaction (SHARH-US-SADAR) one must practices the spiritual methodologies which are mentioned in the Quran as ALLAH (SWT) says: "But whosoever turns away from my message, verily for him as a life narrowed down, and we shall raise him up blind on the Day of judgment" and also ALLAH (SWT) says: "for without doubt in the remembrance of Allah do hearts find satisfaction. Like above methodologies and ways Quran clearly presents cure to each and every spiritual disease which are discussed in detail in the following article.

Key words: Imam Al Razi, Sharh Sadar,

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

ii سابقہ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کر کے ارشاد فرمایا ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي[1]

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں شرح صدر کا لغوی مفہوم بیان کر کے لکھتے ہیں:

"جان لیجئے کہ کہاجاتا ہے شَرَحتُ الکَلَامَ یعنی میں نے بات کو واضح کیا اور شَرَحتُ صَدرَہ کے معنی ہیں: میں نے اس کے سینہ کو کھولا[2]۔ اور پہلا معنی اس کے قریب ہے اس لئے کہ کلام کی شرح اس کے پھیلانے (اور کھولنے) کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اس دعا کو مانگنے کے سبب کو اللہ تعالی نے دوسری جگہ میں موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح نقل کیا ہے: وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي[3] لہٰذا انہوں نے اللہ تعالی سے مانگا کہ اس تنگی کو کشادگی میں بدل دے توفرمایا: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي پروردگار! (اس کام کے لئے) میرا سینہ کھول دے؛ تاکہ میں تجھ سے وہ کچھ سمجھوں جو تو نے مجھ پر وحی کر کے نازل کیا اور کہا گیا ہے: مجھے دلیر کردے؛ تاکہ اس سے میں فرعون کے ساتھ بات کرنے کی جرأت کروں[4]۔"

امام رازی فرماتے ہیں:

"شرح الصدر کی تفسیر میں دو باتیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ لیث رحمہ اللہ نے فرمایا: کہاجاتا ہے: شرح اللہ صدرہ فانشرح، یعنی اللہ تعالی نے اس کا سینہ فلاں کام کے لیے کھولا تو وہ کھل گیا[5]۔ اور یقینا اس سے مراد حقیقت میں سینہ کھولنا نہیں؛ کیونکہ بلا شبہ یہ ناممکن ہے لہٰذا ہم کہتے ہیں: جب انسان کسی کام میں یہ یقین رکھے کہ وہ بڑے فائدے والا ہے اور اس میں بڑی بھلائی ہے تو اس کی طبعیت اس کو مائل ہوتی ہے اور اس کے حصول میں اس کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ اور دل میں اس کو حاصل کرنے کا بڑا شوق پیدا ہوتا ہے تو اس حالت کو وسعت نفس (دل کی کشادگی) کہتے ہیں۔ اور اگر کسی کام میں وہ عقیدہ رکھے کہ اس میں بڑی برائی ہے اور اس کا نقصان زیادہ ہے تو اس سے نفرت بڑھ جاتی ہے اور طبعیت میں اس کو قبول کرنے سے انقباض اور نفرت ہوتی ہے۔ اور یہ تو واضح ہے کہ جب راستہ تنگ ہو تو اس میں جانے والا داخل نہیں ہو سکتا، اور اگر راستہ کشادہ ہو تو جانے والا اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ سو جب یہ یقین ہو کہ فلاں کام بڑے فائدے اور بھلائی والا ہے اور اس کو میلان بھی ہو تو اسی دلی میلان کو سینہ کھلنا کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے نقصان وفساد زیادہ ہونے کا یقین ہو تو دل اس کو مائل نہیں ہوتا اور اس کیفیت کو ضیق نفس کہتے ہیں۔ شرح الصدر کے مفہوم میں دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی اپنی بات ظاہر اور واضح کرے تو کہتے ہیں: شرح فلان امرہ۔ اور اگر مشکل مسئلہ بیان کرے تو: شرح المسالۃ کہتے ہیں[6]۔"

شرح الصدر کے ذرائع

اب یہ (بات واضح کرنا ضروری) ہے کہ "شرح الصدر" کے (شرعی) معنی کیا ہیں؟ اور شرح الصدر کس چیز سے ہوتی ہے؟ چنانچہ: رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے۔ پوچھا گیا: اور اس کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا:

التَّجَافِي عَن دَارِالغُرُورِ وَالإِنَابَةُ اِلَی دَارِ الخُلُودِ وَالاِستِعدَادُ لِلمَوتِ قَبلَ النُّزُولِ [7]

"دھوکے کے گھر سے دور رہنا، ہیشگی کے گھر کی طرف مائل ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔"

شرح صدر سے نور مراد لینے پر فرمان الٰہی:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ[8]

بھی دلالت کرتا ہے اور جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے دس چیزوں کا ذکر کرکے نور کو ان کی صفت بنایا۔

اول: اپنی ذات کو نور سے موصوف کیا :

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ[9]

دوم :رسول:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ[10]

سوم: قرآن کریم:

وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ[11]

چہارم: ایمان:

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ[12]

پنجم :اللہ کا عدل:

وَأَشْرَقَتِ الأرض بِنُورِ رَبِّهَا[13]

ششم :چاند کی روشنی:

وَجَعَلَ القمر فِيهِنَّ نُوراً[14]

ہفتم :دن:

وَجَعَلَ الظلمات والنور[15]

ہشتم :بینات:

إِنَّا أَنزَلْنَا التوراة فِيهَا هُدًى وَنُورٌ[16]

نہم: انبیاء:

نُّورٌ على نُورٍ[17]

دہم : معرفت :

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ[18]

ان مباحث کے بعد امام رازی نے فرمایا :

"گویا کہ (درج ذیل امور کی بناپر) موسیٰ علیہ السلام نے: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي فرمایا۔"

اول: اے میرے رب !اپنے جلال اور اپنی بڑائی کے انوار کی معرفت سے میرا سینہ کھو ل دے۔

دوم: اے میرے رب !اپنے رسولوں اور انبیاءکے اخلاق اپنانے سے میرے لئے میرا سینہ کھول دے۔

سوم: اے میر ے رب! اپنی وحی کی پیروی اور اپنے امر ونہی پر عمل پیرا ہونے سے میرا سینہ کھول دے۔

چہارم: اے میرے رب ! ایمان اور اپنی الوہیت پر یقین کے نورسے میرا سینہ کھول دے۔

پنجم: اے میرے رب! تیری قضاءاور فیصلہ میں تیرے عدل کے اسرار کی آگاہی سے میرا سینہ کھول دے۔

ششم: اے میرے رب! اپنے سورج اورچاند کےنور سے اپنی عزت کےجلال کے انوار کی طرف منتقل ہونےسے میرا سینہ کھول دے؛ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا،جب کہ تارے ، چاند اور سورج سے عزت کی حضور میں منتقل ہوگیا۔ **ہفتم:** اے میرے رب! اپنے دن اور رات کے مطالعہ سے اپنے فضل کے دن اور اپنے عدل کی رات کےمطالعہ کی طرف میرا سینہ کھول دے۔

ہشتم: اے میرے رب! اپنی زمین اور آسمانوں میںا پنی نشانیوں کے ریشے ریشے اور واضح نشانات کی منازل کی آگاہی سے میرا سینہ کھول دے۔

نہم: اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے کہ میں گزرے ہوئے انبیاءکی صورتوں کے پیچھے اور رب العالمین کے حکم کی پیروی کرنے میں ان کے مشابہ ہوجاؤں۔

دہم: اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے کہ تو میرے دل میں ایمان کے چراغ کو اس طاق جیسے بنائے جس میں مصباح ہو[19]۔

جان لیناچاہیےکہ شرح صدر دل میں نور جلانے سے عبارت ہے؛یہاں تک کہ دل چراغ اوروہ نور آگ جیسے ہوجائے۔اوریہ معلوم ہےکہ جوکوئی چراغ جلانا چاہتا ہے۔اسےسات چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔چقماق ، پتھر، جلانے والا،گندھک،چراغ دان،بتی اور تیل۔پس بندہ جب وہ نور طلب کرتاہےجوشرح صدر ہے؛ اسے بھی ان سات چیزوں کی ضرورت ہوگی تو

اول: اس کےلئے مجاہد ہ کےچمقاق کی ضرورت ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[20]

دوم: عاجزی کا پتھر:

ادعوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً[21]

سوم: خواہشات کے رکاوٹ کا جلانے والا :

وَنَهَى النفس عَنِ الهوى[22]

چہارم: انابت کے گندھک:

وَأَنِيبُواْ إِلى رَبِّكُمْ[23]

اس حال میں کہ ان لکڑیوں کے سروں کو توبوا إلى الله[24] کے گندھک میں گھوندا گیا ہو۔

پنجم: صبر کا چراغ دان:

واستعینوا بالصبر والصلاة[25]

ششم: شکر کی بتی:

لَئِن شَكَرْتُمْ لأَزِيدَنَّكُمْ[26]

ہفتم: رضا کا تیل:

واصبر لِحُكْمِ رَبِّكَ[27]

یعنی اپنے رب کے فیصلے پر راضی ہو جا؛ تو جب یہ سامان مہیا ہو۔ تو ان پر اعتماد نہ کر بلکہ چاہیے کہ تو صرف اسی کے حضور سے اپنا مقصود مانگے:

مَّا يَفْتَحِ اللهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلاَ مُمْسِكَ لَهَا[28] پھر اسے خشوع اور خضوع سے مانگ: وَخَشَعَتِ الأصوات للرحمن فَلاَ تَسْمَعُ إِلاَّ هَمْساً[29] تو اسی وقت عاجزی کے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي پس وہیں پر: قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يا موسى[30] سنوگے[31]۔

امام رازی کہتے ہیں شرح صدر کے نام سے موسوم یہ روحانی نور جسمانی سورج سے کئی وجوہ سے افضل ہے۔

پہلی وجہ: سورج کو بادل چھپاتا ہے۔ اور معرفت کے سورج کو ساتوں آسمان نہیں چھپا سکتے: إِلَيْهِ يَصْعَدُ الكلم الطيب[32]

دوسری وجہ: سورج رات کو غائب ہوتا اور دن کو لوٹ آتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: لا أُحِبُّ الأفلين[33] رہا۔ معرفت کا سورج تو وہ رات کو غائب نہیں ہوتا: إِنَّ نَاشِئَةَ الليل هِيَ أَشَدُّ وطئاً[34]، والمستغفرين بالأسحار[35] بلکہ کامل ترین روحانی خلعت رات کو حاصل ہوتی ہے: سُبْحَانَ الذي أسرى بِعَبْدِهِ لَيْلاً[36]

تیسری وجہ: سورج فنا ہوگا: إِذَا الشمس كُوِّرَتْ[37] اور معرفت کا سورج فنا نہیں ہوگا: سَلاَمٌ قَوْلاً مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ[38]

چوتھی وجہ: سورج کے سامنے جب چاند آتا ہے، تو اسے گرہن لگتی ہے۔ رہا یہاں تو معرفت کا سورج جو کہ اَشهَدُ اَن لَّاالِٰهَ اِلَّا اللّٰه کا سورج ہے جب تک اَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ الله اس کے سامنے نہیں آتا۔ اس کا نور عالم جوارح کو نہیں پہنچتا۔

پانچویں وجہ: سورج چہروں کو کالا کرتا ہے۔ اور معرفت انہیں سفید کرتی ہے: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ[39]

چھٹی وجہ: سورج جلاتا ہے اور معرفت جلانے سے بچاتی ہے جز يَا مُؤمِنُ فَاِنَّ نُورَكَ قَد أَطفَأَ لَهَبِي[40] اے

مومن گزر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے بجھادئے ہیں ۔

ساتویں وجہ :سورج مائل ہوتا ہے۔اور معرفت چڑھ جاتی ہے: إِلَيْهِ يَصْعَدُ الكلم الطيب [41]

آٹھویں وجہ :سورج کا فائد ہ دنیا میں ملتا ہے۔اور معرفت کا فائدہ عقبیٰ میں: والباقيات الصالحات خَيْرٌ [42]

نویں وجہ:سورج آسمان میں زمین والوں کے لئے زینت ہے اور معرفت زمین میں آسمان والوں کے لئے زینت ہے۔

دسویں وجہ : سورج شکل میں اونچا معنی میں نیچا ہے۔اور یہ تکبر کے ساتھ حسد پر دلالت کرتا ہے۔اور الٰہی معرفتیں شکل میں نیچی معنی میں اونچی ہیں اور یہ شرف کے ساتھ تواضع پر دلالت کرتا ہے۔

گیارہویں وجہ :سورج مخلوق کے حالات کی معرفت دیتا ہے۔اور معرفت سے دل خالق کی جانب پہنچتا ہے

بارہویں وجہ : سورج دوست اور دشمن پر پڑتا ہے۔اور معرفت صرف دوست ہی کو حاصل ہوتی ہے۔تو جب معرفت ان عمدہ صفات سے موصوف ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا : رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي

مندرجہ بالا تفصیل سے امام رازی رحمہ اللہ نے چند نکات اخذ کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

پہلا نکتہ : سورج ایسا چراغ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فنا ہونے کے لئے جلایا ہے : كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[43] اور معرفت کو اس نے بقاءکے لئے روشن کیا ہے۔تو جسے اس نے فنا کے لئے پیدا کیا اس کے پاس اگر شیطان پھٹکے تو جل جائے : شِهَاباً رَّصَداً[44] اور وہی معرفت جسے اس نے بقاءکے لئے پیدا کیا، شیطان کیسے اس کے قریب ہوسکتا ہے: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي۔

دوسرا نکتہ: سورج کو اللہ نے آسمان میں روشن کیا اور وہ آپ کے گھر سے دوری کے باوجود آپ کے گھر سے اندھیرا دور کرتا ہے اور معرفت کے سورج کو آپ کے دل میں روشن کیا ،تو کیا وہ آپ کے قریب ہوتے ہوئے آپ کے دل سے نافرمانی اور کفر کی تاریکی دور نہیں کرے گا ؟

تیسرا نکتہ: جس نے چراغ کو جلایا تو وہ اس کا خیال رکھتا ہے۔اور اس میں تیل ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی معرفت کا چراغ جلانے والا ہے: ولكن الله حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الإيمان[45] تو کیا وہ اس میں تیل نہ ڈالے گا ؟ اور یہی: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي فرمان کا معنی ہے۔

چوتھا نکتہ:چور جب گھر میں جلنے والا چراغ دیکھتا ہے اس کے قریب نہیں جاتا۔اور اللہ تعالیٰ نے معرفت کا چراغ آپ کے دل میں جلایا ہے،تو شیطان اس کے قریب کیسے جائے گا۔تواسی لئے فرمایا : رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي

پانچواں نکتہ : مجوس نے آگ جلائی تووہ اسے بجھانا نہیں چاہتے۔اور بادشاہ قدوس نے تیرے دل میں ایمان کا چراغ جلایا ہے تو وہ اسے بجھانے پر کیسے خوش ہوگا؟ اور جان لیجئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومن کے دل کو نو کرامات دی ہیں۔

ایک: زندگی : أَوَ مَن كَانَ مَيْتًا فأحييناه[46] تو جب موسیٰ علیہ السلام نے روحانی زندگی میں رغبت کی فرمایا: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي۔پھر نکتہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا :مَن اَحییٰ اَرضًامَیتَةً فَهِيَ لَه [47]تو بندہ نے جب کوئی زمین زندہ کی تو وہ اس کی ہے پس پروردگار نے جب دل کو پیدا کیا اور اسے ایمان کی روشنی سے زندہ کیا تو کیسے جائز ہے کہ کسی اور کا بھی اس میں حصہ ہو ؟قُلِ الله ثُمَّ ذَرْهُمْ[48] اور جیساکہ ایمان دل کی زندگی ہے تو کفر اس کی موت ہے : أموات غَيْرُ أَحْيَاء وَمَا يَشْعُرُونَ[49]۔

دوم : شفاءہے : وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ[50]تو جب موسیٰ علیہ السلام نے شفاءمیں رغبت کی، ہاتھ اٹھاکر فرمایا: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اورنکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شہد میں شفاءرکھی وہ ہمیشہ کے لئے شفاءرہی، تو یہاں سینے میں شفاءرکھی، تو وہ کیسے ہمیشہ کے لئے شفاءنہ رہے گا؟

سوم :طہارت (پاکیزگی) ہے: أُوْلَئِكَ الذين امتحن الله قُلُوبَهُمْ للتقوى [51] تو جب موسیٰ علیہ السلام نے تقویٰ کی پاکیزگی چاہی،فرمایا: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي نکتہ یہ ہے کہ سنار جب ایک مرتبہ سونے کو تپا کر صاف کرتا ہے تواس کے بعد اسے آگ میں داخل نہیں کرتا تو یہاں جب اللہ نے مومن کے دل کو آزمایا تو کیسے اسے دوبارہ آگ میں داخل کرے گا؟لیکن اللہ کافر کے دل کو آگ میں داخل کرے گا: لِيَمِيزَ الله الخبيث مِنَ الطيب[52]۔

چہارم : ہدایت ہے اورجواللہ پر ایمان لائے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔تو موسیٰ علیہ السلام نے ہدایت میں اضافوں کےطلب کی خواہش کی تو فرمایا : رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اور نکتہ یہ ہےکہ رسول آپ کے نفس کی رہنمائی کرتا ہےاور قرآن آپ کی روح کی راہنمائی کرتا ہے اور آقا آپ کے دل کی راہنمائی کرتا ہے۔پس جب کفر سے ہدایت محمد ﷺ سے تھی تو یقینا کبھی حاصل ہوتی اور کبھی حاصل نہ ہوئی تھی: إِنَّكَ لاَ تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ولكن الله يَهْدِي مَن يَشَاء[53] اور روح کی ہدایت جب قرآن سے تھی تو کبھی حاصل ہوئی اور کبھی حاصل نہیں ہوئی: يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا[54]رہی دل کی ہدایت توجب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ زوال پذیر نہیں اس لئے کہ ہدایت دینے والا زوال پذیر نہیں ہے: وَيَهْدِي مَن يَشَاء إِلى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ[55]۔

پنجم :کتابت ہے : أُوْلَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإيمان[56] اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اسی کتابت کی خواہش کی ،فرمایا: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اور اس میں چند نکتے ہیں۔

پہلا نکتہ : کہ کاغذ کی اتنی بڑی اہمیت نہیں ہے اورجب اس میں قرآن لکھاجائے تو اس کو جلانا جائز نہیں ،تومومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں احکامات لکھے جاتے ہیں۔تو

اس ذات مہربان کے ساتھ اس کو جلانا کیسے مناسب ہے ؟

دوسرا نکتہ :بشرا لحافی نے ایک کاغذ کا احترام کیا جس میں اللہ تعالیٰ کا نام تھا۔تو دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کی[57] ۔تو اس دل کی عزت اس کے زیادہ مستحق ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو۔

تیسرا نکتہ : وہ کاغذ جس میں کوئی لکھائی نہ ہو۔جب اس میں اللہ کا اسم اعظم لکھاجائے ،تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے؛یہاں تک کہ جنب اور حائضہ کےلئے اسے چھونا جائز نہیں۔امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نےفرمایا: اس کےلئے جائز نہیں کہ وہ مصحف کے جلد کو چھولے[58] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لاَّ يَمَسُّهُ إِلاَّ المطهرون[59] تو وہ دل جس میں سب سے معزز مخلوق ہو : وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي ءَادَمَ[60] شیطان کےلئے کیسے جائز ہے ۔کہ وہ اسے چھو سکے ،واللہ اعلم ۔

ششم : سکینت ہے: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ[61]تو جب موسیٰ علیہ السلام کو سکینت طلب کرنے کی رغبت ہوئی فرمایا : رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اور نکتہ یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺکے ساتھ تھے اور ڈر رہے تھے تو جب آپ پر سکینت نازل ہوئی، فرمایا :غم نہ کر۔تو جب ایمان کی سکینت نازل ہوئی،ان کو توقع تھی کہأَلاَّ تَخَافُواْ وَلاَ تَحْزَنُواْ[62]کا خطاب سنیں۔اسی طرح جب سکینت نازل ہوئی تو وہ خلفاءمیں سے ہوگئے : وَعَدَ الله الذين ءَامَنُواْ مِنْكُمْ وَعَمِلُواْ الصالحات لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الأرض[63] یعنی کہ وہ اللہ کی زمین میں اس کے خلفاءبنیں۔

ہفتم : محبت اور زینت : ولكن الله حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الإيمان وَزَينَه فِي قُلُوبِكُمْ[64]اور نکتہ یہ ہے کہ جس نے زمین میں ایک دانہ ڈالا ،تو وہ اسے نہ خراب کرتا ہے اور نہ جلاتا ہے ،تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دل کی زمین میں محبت کا دانہ ڈالا ہے، تو کیسے اسے جلائے گا؟

ہشتم : وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبُكُمْ[65] اور نکتہ یہ ہے محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کے دلوں میں الفت ڈال دی پھر آپ نے انہیں غائب ہونے یا حاضر ہونے میں نہ چھوڑا : سَلَام عَلَينَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ[66]تو رحیم کیسے انہیں چھوڑے گا ؟

نہم : اطمینان : أَلاَ بِذِكْرِ الله تَطْمَئِنُّ القلوب[67]اور موسیٰ علیہ السلام نے اطمینان کو طلب کیا تو فرمایا : رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اورنکتہ یہ ہے کہ انسان کی ضرورت ختم ہونے کو نہیں آتی۔تو اسے اگر دنیا میں موجود سارے اجسام دیے جائیں ،پھر بھی اس کے لئے کافی نہیں ہیں ، اس لئے کہ اس کی ضرورت ختم نہیں ہوتی۔اوراجسام متناہی ہیں۔اور متناہی غیر متناہی کا مقابل نہیں ہو سکتا ؛بلکہ لا متناہی حاجت میں کافی ہونے والا وہ کمال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔اور وہ صرف حق سبحانہ وتعالیٰ کےلئے ہیں۔تو اسی لئے فرمایا: أَلاَ بِذِكْرِ

الله تَطْمَئِنُّ القلوب اور جب مومنوں کے شرح صدر کی حقیقت واضح ہوئی،تو کافروں کے دلوں کی صفات کی چند وجوہ بھی پہچان لینی چاہیے۔

وجہ اول: فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ[68]تو جب وہ ٹھیڑھے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا

وجہ دوم: ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ[69]پھر وہ پھر گئے اللہ نے ان کے دل پھیر دیے۔

وجہ سوم: فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ[70] ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

چہارم: جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً[71] ہم نے ان کے دل سخت کردیے۔

پنجم: إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ[72]

ششم: خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ[73]

ہفتم: أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا[74]

ہشتم: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ[75]

نہم: أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ[76] اے ہمارے مالک اور آقا! اپنے فضل اور احسان کے ذریعے ،ہم سے اپنی رسوائی کے یہ نو دروازے بند فرما۔اور اپنے احسان سے ہمیں سہارا دےاور اپنے فضل اور مہربانی سے اُن نو دروازوں کو ہمارے لئے کھول دے یقینا تو جو کچھ چاہتا ہے ،اس پر قدرت رکھنے والا ہے۔

شرح صدر کی حقیقت

اس سے انسان کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے کہ: دل کی دنیا کی جانب کوئی توجہ نہ رہے نہ چاہتے ہوئے اور نہ ہی ڈرتے ہوئے۔رغبت تو یہ ہے کہ دل اہل واولاد ،ان کی مصلحتوں کے حصول اور ان سے نقصانات دور کرنے میں اٹک گیاہو۔اور ڈر یہ ہے کہ دشمنوں اور مخالفین سے ڈرنے والا ہو۔تو جب اللہ اس کا سینہ کھول دے، اس کی ہمت کی آنکھ میں دنیا سے متعلق ہر چیز چھوٹی ہوجاتی ہے، تو وہ مکھی ،کھٹمل اور مچھر جیسے ہوتی ہے،کہ نہ رغبت اسے ان کی جانب بلاتی ہے اور نہ ہی ڈر اسے ان سے روکتی ہے۔تو سب اس کے نزدیک گویانابود بنتے ہیں۔اور اسی وقت دل مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے طلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔تو دل پانی کے چشمے کے مانند ہے۔اور انسانی قوت اپنی کمزوری کی وجہ سے چھوٹے چشمے جیسے ہے،تو جب تم ایک ہی چشمے کا پانی بہت ساری ندیوں میں تقسیم کروگے،سب کمزور ہوں گی۔اور اگر سب کو ایک جگہ میں روکاجائےتو مضبوط ہوگی۔پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ اس کا سینہ کھول دے کہ اس کو دنیا کے عیبوں اور اس کی صفات کی قباحت سے آگاہ کرے؛یہاں تک کہ اس کا دل اس سے سخت متنفر ہو۔تو جب نفرت ملے گی،وہ مکمل طور پر عالم قدس اور

روحانیت کے منازل کو متوجہ ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اس عظیم منصب پر مامور کئے گئے ،ان کو سخت ذمہ داریوں کی ضرورت آئی جن میں وحی کو یاد رکھنا اورخالق سبحانہ وتعالیٰ کی خدمت پر دوام وہیشگی تھی،اور جن میں جسمانی دنیا کی اصلاح تھی تو گویا وہ جہاں والوں کی تدبیر کےذمہ دار بن گئے۔تو دونوں میں سے ایک کی طرف توجہ دوسرے میں مشغول ہونے سے روکتا ہے۔کیا دیکھتے نہیں ہو کہ دیکھنے میں مصروف شخص سننے سے اور سننے میں مصروف رہنے والا دیکھنے اور خیال سے رکا ہوا ہوتا ہے۔تو یہ قوتیں باہم دیگر کشمکش کرتےاور اختلاف کرتے ہیں۔اورموسیٰ علیہ السلام کو سب کی ضرورت تھی اور جو حق کے جمال میں مانوس ہوجائے،وہ مخلوق کے جمال سےوحشت محسوس کرتاہے۔تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ اس طرح اس کا سینہ کھول دیں کہ انہیں قوت کے کمال سے فیض یاب کرے تاکہ جہان والوں کو قابوکرنے کےلئے ان کی قوت پوری ہو۔تو یہی شرح صدر کامراد ہے۔اور علماءنے اس معنی کی مثالیں دی ہیں۔

پہلی مثال:جان لیجئے کہ پورے کا پورا بدن مملکت جیسے ہے،سینہ قلعے جیسا ،فؤاد محل ،دل تخت،روح بادشاہ،عقل وزیرجیسا ،خواہش اس بڑےعامل جیسا ہے جو شہر کو نعمتیں کھینچ لاتا ہے۔غصہ اس سپہ سالار جیسا ہے جو ہمیشہ مارنےاور ادب سکھانےمیں مشغول ہوتا ہے،حواس جاسوسوں کی طرح اور دیگر قوتیں خدمت گاروں،کاریگروں اور عملہ جیسے ہیں۔پھر شیطان اس شہر،اسی قلعہ اور اسی بادشاہ کے مدمقابل جیسا ہے۔تو شیطان بادشاہ ہے اوربُری خواہشات ،حرص اوردوسرے برے اخلاق اس کے لشکر ہیں۔تو روح نے سب سے پہلے اپنےوزیرکو نکالا جوکہ عقل ہے تو اسی طرح شیطان نے اس کے مقابلہ میں نفسانی خواہشات کو نکالاتو عقل اللہ کی طرف بلانے لگا اور بری خواہشات شیطان کی طرف بلانے لگیں پھر روح نے عقل کی مدد کے لئے دانائی کو نکالا تو شیطان نے دانائی کے مقابلے کےلئےشہوت نکالی،تو دانائی آپ کو دنیا کی معیوب چیزوں سے آگاہ کرتی ہے اورشہوت دنیاوی لذتو ں کی طرف متحرک کرتا ہے۔پھر روح نے دانائی کی مدد فکر سے کی؛ تاکہ فکر کے ساتھ دانائی مضبوط ہو،تو تمہیں معیوب چیزوں میں سے موجود اور غائب کا پتہ چلے ؛جیساکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَير مِّن عِبَادَةِ سَنَةٍ[77]

تو شیطان نے فکر کے مقابلے کےلئے غفلت نکالی۔پھر روح نے بربادی اور ثابت قدمی کو نکالا؛کیونکہ جلد بازی اچھائی کو برا اور برائی کو اچھا سمجھتی ہے۔اور بردباری عقل کودنیا کی برائی سے آگاہ کرتی ہےتوشیطان نے اس کے مقابلہ کےلئے جلد بازی اور سرعت کو نکالا۔تو اسی لئے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَا دَخَلَ الرِّفقُ فِي شَيئٍ اِلَّا زَانَه وَلَا الخَرقُ فِي شَيئٍ اِلَّا شَانَه[78]

اور اسی لئے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا تاکہ اس سے نرمی اور ثابت قدمی سیکھی جائے تو یہی ہے وہ جھگڑا جو دونوں قسموں میں واقع ہے۔اور آپ کا دل اور سینہ ہی وہ قلعہ ہے پھر اس سینے کے لئے جو کہ قلعہ ہے؛ ایک خندق ہے۔اور وہ دنیا میں زہد اور اس میں بے رغبتی ہے۔اور اس کے دیوار ہیں اور وہ آخرت کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔پس اگر خندق بڑی ہواور دیوار مضبوط ہو،توشیطان کے لشکر اس کو خراب کرنے سے عاجز ہوں گے، تو وہ پیچھے ہٹیں گے۔اور قلعہ کو اپنی حالت پر چھوڑ یں گے۔اور اگر زہد کی خندق گہری نہ ہو۔اور آخرت کی محبت کی دیوار مضبوط نہ ہو، تو مدمقابل سینے کا قلعہ کھولنے کی قدرت رکھے گا تو اس میں داخل ہوگا۔اور خواہشات، خود پسندی، تکبر، بخل، اللہ تعالیٰ پر بدگمانی ،چغلی اور غیبت میں سے اس کے لشکر اس میں رات گزاریں گے تو بادشاہ محل میں محصور ہوگا اور اس پر معاملہ تنگ ہوگا۔پس جب توفیق کی مدد آئے گی اور قلعہ سے اس لشکر کو نکالے گی تو معاملہ کشادہ ہوگا۔اور سینہ کھل جائے گا۔ شیطان کے اندھیرے چھٹ جائیں گے اور رب العالمین کی ہدایت کے اجالے داخل ہوں گے۔اوریہی فرمان الٰہی:﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي﴾کا مراد ہے۔

دوسری مثال:جان لیجئے کہ نور کا معدن دل ہے اور انسان کا بیوی بچوں کے ساتھ مشغول ہونا، لوگوں کے ساتھ مصاحبت کی خواہش کرنا اور دشمنوں سے ڈرنا ،سینے کی قضاءکو دل کے سورج کے اجالے کے پہنچنے میں مانع وہ پردہ ہے۔پس جب اللہ بندے کی بصیرت کو مضبوط کرتاہے؛یہاں تک کہ وہ مخلوق کی بے بسی اور دونوں جہانوں میں ان کے تھوڑے فائدے کا مطالعہ کرے۔وہ اس کی نگاہ میں چھوٹے بنتے ہیں۔ اور کوئی شک نہیں کہ اس لحاظ سے کہ وہ تو(عدم محض یعنی)بس فنا کے گھاٹ اترنے والے ہیں؛جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلاَّ وَجْهَهُ[79]

تو بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا چیزوں پر غور کرتا رہتا ہے؛ تا آنکہ وہ دیکھے کہ وہ عدم محض ہیں تواسی وقت اس کے دل اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے انوار کے درمیان سے پردہ ہٹتا ہے۔اور جب پردہ ہٹتا ہے تو دل نور سے بھر جاتا ہے تویہی سینہ کا کھلنا ہے۔

لفظ صدر کے معنی بیان کرتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں :

" جان لیجئے کہ لفظ صدر آتا ہے۔اور اس سے مراد دل ہوتا ہے: أَفَمَن شَرَحَ الله صَدْرَهُ للإسلام[80]،رَبِّ اشرح لِي صَدْرِي، وَحُصّلَ مَا فِي الصدور[81]، يَعْلَمُ خَائِنَةَ الأعين وَمَا تُخْفِي الصدور[82]اور کبھی یہ لفظ آتاہے؛اور مراد وہ فضاءہوتی ہے جس میں سینہ ہے: فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُور[83] اور لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا عقل کی جگہ دل

ہے یا کہ دماغ؟ اور جمہور متکلمین کے نزدیک یہ دل ہے اور بعض کہتے ہیں: مواد چار ہیں: صدر، قلب، فؤاد اور لب۔ تو صدر اسلام کی جائے قرار ہے : أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ اور دل ایمان کی جائے قرار ہے: وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ[84] اور فؤاد معرفت کی جائے قرار ہے: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى[85] ، إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا[86] اور لب توحید کی جائے قرار ہے: إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ[87]۔ "

اور جان لیجئے کہ دل سب سے پہلے اس دنیا میں بھیجا گیا، وہ نقوش سے خالی ایک سادہ تختی کی طرح بھیجا گیا۔اور بدن کی دنیا میں وہ لوح محفوظ جیسے ہے۔پھر اللہ تعالیٰ رحمت اور عظمت کے قلمے سے وہ کچھ لکھتا ہے، جو موجودات کے نقوش اور ماہیات کے صورمیں سے عقل کی دنیا سے متعلق ہو ،اور وہی اسی چھوٹی سی دنیا کے لئے قیامت بر پاہونے کے آخر تک ایک ہی لکیر جیسے ہوتاہے۔اور وہی صورت مجردہ اورحالت مطہر ہ ہے۔پھر عقل توفیق کی کشتی پرسوار ہوتاہے۔اوراسے معقولا ت کی موجوں کے سمندروں اور حیاتیات کی دنیاؤں میں رکھتا ہے۔تو عظمت اور بڑائی کی ہوائیں چلنے کی ہیبت سے کبھی خوش بختی کی فراخی اور کبھی اقبال مندی کی بے رخی کی پچھوائی حاصل کرتاہے۔پس کبھی نظر کی کشتی جلال کے مشرق کی جانب پہنچتی ہےتو اس پر انوار الٰہیہ چمکنے لگتے ہیں۔اور عقل گمراہیوں کےاندھیروں سےچھٹکارا پاتا ہے۔ اور کبھی کشتی جہالتوں کے جنوب میں دور تک چلی جاتی ہے۔تو ٹوٹ کر ڈوب جاتی ہے۔پھر جیسے کشتی عزت کے تلاطم خیزموجوں میں ہوتی ہے۔کشتی کے محافظ کو انواراور ہدایات تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔تو وہیں کہتا ہے : رَبِّ اشرح لِي صَدْرِي اور جان لیجئے کہ عقل جب امکان کی پستی سےوجوب کی بلندی کو چڑھنا شروع کرتاہے۔ماہیتوں کے مطالعہ اورمجردات ومفارقات سے جدائی میں اس کی مشغولیت بڑھ جاتی ہے۔۔۔ تو بصیرت، الٰہی عزت کے جلال کے انوار سے بھر جاتی ہے اور وہاں دیگر انوار کے مطالعہ کے لئے کوئی دریافت کرنے والا باقی نہیں رہتا؛ تو اس کے سوا جو بھی نظر اور بصیرت ہو کمزور ہو جاتی ہے۔اور ایک عجیب قسم کی حالت ہوتی ہے۔اوروہ ایسے کہ اگرتم نے بلورکا ایک صاف گولہ رکھا اور اس پر سورج کی کرن پڑےتو وہی کرن ایک مقررہ جگہ پر منعکس ہوگی۔تو وہی جگہ جل جاتی ہے جس پر کرنیں منعکس ہوتی ہیں۔تو سب ممکن ماہیات قدس کے سورج، عظمت کے نور اور جلال کے مشرق کے سامنے صاف وشفاف رکھے گئے بلورکی طرح ہیں تو جب دل کو اس کی جانب التفات ہوتا ہے تو دل کو ان تمام کے تمام کے ساتھ نسبت ہو جاتی ہے۔تو الوہیت کی بڑائی کی کرن ان سب میں سےہر ایک سے دل کے جانب منعکس ہوتی ہے۔تو دل جلنے لگتا ہے۔اور یہ معلوم ہے کہ جہاں کہیں جلانے والا زیادہ ہو تو جلنا پورا ہوتا ہے۔تو فرمایا: رَبِّ اشرح لِي صَدْرِي یہاں تک کہ میں ممکنات کے درجات

کے ادراک کی قوت پالوں تو جلال کے انوار سے جلنے کے مقام پر پہنچ جاؤں۔اور یہی آپ علیہ السلام کے فرمان کا مطلب ہے: أَرِنَا الأشیَآء کَمَاھِیَ[88] تو جب جلال کے انوار سے ان کے جلنے کامشاہد ہ کیا فرمایا: لَا أُحصِی ثَنَاءً عَلَیکَ[89]۔

خلاصہ

شرح الصدر سے مراد نیکی، بھلائی اور منفعت کے کاموں میں دل کا میلان اور شوق ہے اور بھلائیوں کی توفیق ہے۔اور اس کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اس دار فانی سے بے رغبتی، دار بقاء کی انابت اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری ہو۔آج کل ہر کسی کو ذہنی پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے اور مختلف مادی وسائل کو استعمال کر کے ان کا حل نکالنا چاہتا ہے، کوئی آرام پانے کے لیے دوائیاں اور خواب آور گولیاں استعمال کرتا ہے، تو کوئی منشیات کا سہارا لیتا ہے۔ کسی نے موسیقی کو سکونِ قلب کا ذریعہ اور روح کی غذا سمجھا، تو کسی نے مادیات کا سہارا لیا مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلتا گویا: مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اطمینانِ قلب، ذہنی سکون اور شرح صدر کے لیے ان روحانی ذرائع کو بروئے کار لایا جائے جن کا ذکر اس مقالہ میں کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا[90] اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور فرمایا: أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب[91] سن رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل آرام پاتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1　سورۃ طٰہٰ 20: 25
2　ابن فارس، مجمع مقاییس اللغۃ: مادۃ شرح
3　سورۃ الشعرآء 26: 13
4　الرازی، محمد بن عمر بن الحسین، فخر الدین، مفاتیح الغیب 22: 27 -28: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1421ھ
5　تہذیب اللغۃ: مادۃ: شرح
6　نفس مصدر
7　اس حدیث کو حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے مگر اس کے رواۃ میں عدی بن الفضل کو ذہبی نے ساقط قرار دیا ہے؛ جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے؛ تاہم ابن کثیر نے کثرت طرق کی وجہ سے قوی قرار دیا ہے۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، أبو الفداء، تفسیر القرآن العظیم 3: 336، دار طیبہ الریاض، طبع دوم 1420ھ
8　سورۃ الزمر 39: 22
9　سورۃ النور 24: 35
10　سورۃ المائدۃ 5: 15
11　سورۃ الاعراف 7: 157

12 سورۃالتوبۃ9: 32

13 سورۃالزمر 39 :69

14 سورۃ نوح71 :16

15 سورۃالأنعام6 :1

16 سورۃ المائدۃ5 :44

17 سورۃ النور24 :35

18 سورۃ النور24 :35

19 مفاتیح الغیب22: 35- 36

20 سورۃ العنکبوت29 :69

21 سورۃ الأعراف7 :55

22 سورۃ النّٰزعٰت79 :40

23 سورۃ الزمر39 :54

24 سورۃالنور24 :31

25 ق سورۃالبقرۃ2 :45

26 سورۃابراہیم14 :7

27 سورۃالطور52 :48

28 سورۃ فاطر34 :2

29 سورۃ طٰہٰ20 :108

30 سورۃ طٰہٰ20: 36

31 مفاتیح الغیب22: 36

32 سورۃ فاطر34 :10

33 سورۃالأنعام7 :76

34 سورۃ المزمل73 :6

35 سورۃ آل عمران3 :17

36 سورۃبنی اسرائیل15 :1

37 سورۃ التکویر81 :1

38 سورۃیٰس36 :58

39 سورۃآل عمران3 :106

40 اس حدیث کو طبرانی، بیہقی، ابن عدی اور أبو نعیم نے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ایک راوی سلیم بن منصور ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ الأصفہانی أحمد بن عبداللہ أبو نعیم، حلیۃ الأولیاء9: 329، دار الکتاب العربی بیروت 1405ھ

41 سورۃ فاطر 34: 10

42 سورۃ الکہف 18: 46

43 سورۃ الرحمٰن 55: 26

44 سورۃ الجن 72: 9

45 سورۃ الحجرات 49: 7

46 سورۃ الأنعام 6: 122

47 یہ حدیث صحیح ہے؛ جسے احمد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ أحمد بن حنبل، المسند بأحکام شعیب الأرنووط، رقم 14882

48 سورۃ الأنعام 6: 91

49 سورۃ النحل 16: 21

50 سورۃ التوبۃ 9: 14

51 سورۃ الحجرات 33: 3

52 سورۃ الأنفال 8: 37

53 سورۃ القصص 28: 56

54 سورۃ البقرۃ 2: 26

55 سورۃ یونس 10: 25

56 سورۃ المجادلۃ 58: 22

57 صفۃ الصفوۃ 2: 328

58 الجوینی، عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد، امام الحرمین، نہایۃ المطلب فی درایۃ المذھب 1: 97- 99، دار المنہاج جدۃ، طبع اول 1428ھ/2007ء

59 سورۃ الواقعۃ 56: 79

60 سورۃ بنی اسرائیل 17: 70

61 سورۃ الفتح 48: 4

62 حٰم السجدۃ 41: 30

63 سورۃ النور 24: 55

64 سورۃ الحجرات 49: 7

65 سورۃ الأنفال 8: 63

66 یہ ایک حدیث کا اقتباس ہے جو ابن عباس، أبو موسیٰ اشعری اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے اور اسے دار قطنی نے صحیح کہا ہے۔ السنن الکبریٰ، رقم 2940

67 سورۃ الرعد 13: 28

68 سورۃالصف 61 :5

69 سورۃالتوبۃ 9 :127

70 سورۃالبقرۃ 2 :10

71 سورۃالمائدۃ 5 :13

72 سورۃالکہف 18 :57

73 سورۃالبقرۃ 2: 7

74 سورۃ محمد 47 :24

75 سورۃالمطففین 83 :14

76 سورۃالنحل 16 :108

77 اسے أبو الشیخ نے أبوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے: ''فکرۃُ ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ ''تاہم یہ روایت موضوع ہے۔ البتہ ''تفکر ساعۃ خیر من قیام لیلۃ'' کے الفاظ سے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور أبو الدرداء رضی اللہ عنہ سے موقوفا اور حسن رحمہ اللہ سے مرسلا روایت کی گئی ہے۔ابن أبی شیبہ ،المصنف 7: 190، رقم 35223

78 یہ حدیث صحیح ہے جس کو امام احمد، بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ البخاری، الأدب المفرد: ،رقم 475،469، دار البشائر الاسلامیہ بیروت، طبع سوم 1409ھ/1989ء

79 سورۃالقصص 28 :88

80 سورۃ الزمر 39 :22

81 سورۃالعادیات 100 :10

82 سورۃالمؤمن 40 :19

83 سورۃالحج 22 :64

84 سورۃالحجرات 49 :7

85 سورۃالنجم 53 :11

86 سورۃ بنی اسرائیل 17 :36

87 سورۃ الرعد 13 :19

88 ابن الجوزی، صید الخاطر: 422

89 یہ رسول اللہ ﷺ کی ایک مسنون دعا کا ایک جملہ ہے ،اور اسے احمد، مسلم، ترمذی، أبوداود، نسائی، بیہقی، طبرانی نے روایت کیا ہے۔ الطبرانی، المعجم الأوسط ، رقم 3677

90 سورۃ طٰہٰ 20 : 124

91 سورۃالرعد 13: 28